منو بھنڈاری کی کہانیوں میں عورتوں کے مسائل

صادق اقبال
ایل۔این۔ایم۔یو، دربھنگہ

ملخص

ہندی فکشن میں منو بھنڈاری کا نام اہم کہانی کاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے معاشرے کے مختلف موضوعات پر اپنا قلم اُٹھایا ہے۔ بھنڈاری نے جس موضوع پر لکھا اس میں ان کی بیباکی نظر آتی ہے۔ان کے افسانے مختلف زبانوں میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔عورتوں کے مسائل،شہری زندگی، دیہی زندگی کی عکاسی،محبت کی داستان،معاشی تنگ حالی وغیرہ کو کہانی کے ذریعہ ہندی فکشن میں اضافہ کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔منو بھنڈاری ہندی کہانی کاروں میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔اسّی سے پہلے لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے لیکن اسّی کے بعد بھی انہوں نے بہترین کہانیاں لکھی ہیں۔ان کے موضوعات میں جدت پائی جاتی ہے۔بھنڈاری نے شہر اور گاؤں کی زندگی کی کشمکس کا بیان بڑے فنکارانہ طریقے سے پیش کیا ہے۔تو دوسری طرف اپنی کئی کہانیوں میں عورتوں کے مسائل پر قلم چلا کر اس مسلئے کا حل تلاش کرنے کی کوشش بھی کی ہیں۔

☆☆☆☆☆

منو بھنڈاری کی کہانی ''کھوٹے سکے'' کو اسّی کے عہد کی بہترین کہانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کہانی کے عنوان سے موضوع کا اندازہ ہوتا ہے کہ کہانی کار قاری کو کیا بتانا چاہتی ہیں۔یہ کہانی ایک ایسے موضوع پر لکھی گئی ہے جہاں پر سکےّ تیار کیے جاتے ہیں اور اس ٹکسال میں کام کرنے والے مزدوروں کی محنت ہماری آنکھو ں کے سامنے نظر آنے لگتے ہیں۔کہانی کار نے کہانی کو آگے بڑھانے میں مسٹر کھنا کو اہم کردار بنا کر پیش کیا ہے

لیکن کہانی کے اختتام پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسٹر کھنّا اہم کردار نہ ہو کر ٹکسال میں کام کرنے والے سارے مزدور اس کہانی کے مرکزی کردار ہیں۔ کہانی میں مسٹر کھنّا جو اس ٹکسال کا اعلی افسر ہے۔ مسٹر کھنّا کالج کی لڑکیوں کو ٹکسال کا معائنہ کروانے لے جاتے ہیں۔ اسی دوران وہ لڑکیوں سے نرمی میں گفتگو کرتے ہیں اور ساتھ میں نگاہوں سے ان تمام لڑکیوں کا محاسبہ بھی کرتے ہیں اور ٹکسال کے موضوع پر تفصیل سے بتاتے بھی ہیں۔ اقتباس ملاحظ ہو:

''بہت ساودھانی کے باوجود کبھی کبھی بہت سارے سکے بگڑ ہی جاتے ہیں۔ جہاں سکّے ڈھلتے ہیں، اگر اُس مشین میں ذرا سی خرابی ہو جاتی ہے تو سارے سکّوں کی شیپ بگڑ جاتی ہے اور پھر انکی گنتی کھوٹے سکّوں میں ہونے لگتی ہے''۔

مسٹر کھنّا کالج کی طالبہ کو ٹکسال کی ہر جگہ دکھانا چاہتے ہیں کیونکہ اسی بہانے کچھ دیر تک لڑکیوں کے ساتھ رہنا ہو جائے ورنہ وہ اعلی افسر ہونے کا رعب ہر وقت مزدوروں پر جماتے رہتے ہیں۔ ٹکسال کی ہر چیزوں سے لڑکیوں کو آ گاہ کراتے ہیں۔ یہ لڑکیاں ان میں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت دیکھ کر پریشان سی ہو جاتی ہیں وہ سوچتی ہیں کہ سکےّ بنانے میں تو کئی لوگوں کی جان بھی چلی جاتی ہوگی۔ ساتھ ہی یہ لڑکیاں سوال بھی کرتی ہیں کہ یہ لوگ ایسا کام ہی کیوں کرتے ہیں جواب میں مسٹر کھنّا بتاتے ہیں کہ ایک کی جگہ جب خالی ہوتی ہے تو پچاسوں ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مسٹر کھنّا آگے بتاتے ہیں کہ ہمارے ملک میں انسان کی جان بڑی سستی ہے۔ اصل اس کہانی کا مقصد یہ ہے کہ جس پیسے کی چمک دمک مارکیٹ میں ہے۔ اس کے پشت میں مزدوروں کا دن رات کا خون جل کر ہمارے درمیان آتا ہے اور اس کے بدلے میں مزدوروں کو صرف ساٹھ روپے کی تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی مزدور کی موت حادثہ میں ہو جائے تو اسے چند روپے دے کر خاموش کرا دیا جاتا ہے۔ ٹکسال میں جو سکّے خراب ہو جاتے ہیں اسے دوبارا سے بھٹی میں ڈال کر نئے سکّے بنا لیے جاتے ہیں لیکن مزدور ہمیشہ کھوٹہ سکہ ہی رہتا ہے۔

اس کہانی کے علاوہ منو بھنڈاری کی ایک اور کہانی ''نشہ'' ہے۔ اس کہانی کے ذریعہ افسانہ نگار عورتوں کی درد بھری کہانی سنانا چاہتی ہیں جو ہمارے معاشرے میں بہ خوبی نظر آتا ہے۔ ''نشہ'' میں ایک ایسے مرد اور عورت کی کہانی کو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ایک طرف مظلوم عورت ہے اور دوسری طرف اس عورت کا شوہر جو اس پر آئے دن ظلم کرتا ہے۔ کہانی کا آغاز کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے:

''ستیاناش ہواس حرامی کے پیلیے کا، جس نے ایسی جان لیوا چیز بنائی!
گھر کا تباہ ہو جاے، آدمی کی زندگی تباہ ہو جاے: پر یہ ظالم ترس نہیں
کھاتی! کیسا مُرکھ ہوتا ہے آدمی بھی، وہ سمجھتا ہے وہ اسے پی رہا ہے: پر
اصل میں یہ آدمی کو پیتی ہے، آدمی کی جان کو، آدمی کے خون کو پیتی
ہے۔۔اس کے ایمان کو پیتی ہے، ہاں ہاں!

کہانی کے آغاز میں ہی افسانہ نگار ہمیں آگاہ کر دیتی ہیں کہ یہ جو نشہ ہے وہ انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔کہانی نشہ میں ہمیں عورت کی قربانی کی داستان دیکھنے کو ملتی ہے۔شنکر جو ہمیشہ نشہ کی حالت میں اپنی بیوی آنندی کو مارتا ہے۔آنندی اپنے شوہر کے اس رویے سے پریشاان رہتی ہے لیکن ایک ہندوستانی تہذیب میں پرورش پانے والی عورت ہر ظلم و ستم کو برداشت کر کے یہی سوچتی ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا ہے۔اور شوہر کی پوجا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔جب آنندی شادی کر کے اپنے سسرال آتی ہے تو ساتھ میں ایک خواب بھی ساتھ میں لاتی ہے لیکن اس کا یہ خواب ادھورا ہی رہ جاتا ہے۔سسرال میں ساس آنندی کے ساتھ ظلم کرتی ہے اور اسے اپنے نشہ باز بیٹے میں کسی طرح کی کوئی خرابی بھی نظر نہیں آتی ہے۔آنندی کا شوہر کوئی کام وغیرہ بھی نہیں کرتا جس سے گھر کے اخرجات پورے ہوتے بلکہ بیوی جو کچھ بھی کام کر کے پیسے جمع کرتی اسے بھی مار پیٹ کر نشہ کرنے کے لیے چھین لیتا ہے۔ایک بار جب آنندی کا خاوند اسے مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے تب اس کا بیٹا اپنی ماں کے دفاع میں باپ کو مارنے کے لیے دوڑتا ہے لیکن یہاں بھی آنندی ایک باوفا بیوی ہونے کا ثبوت دینے کے لیے بیٹے کو قسم دینے لگتی ہے۔اقتباس ملاخطہ ہو:

''میں تیرے ہاتھ جوڑتی ہوں کیشو، تو ہٹ جا! تجھے میرے سر کی
سونگدھ ہے جو تو کا پر ہاتھ اُٹھاے۔تو ہٹ جا! کشنو، ہٹ جا!

منو بھنڈاری نے عورت کی بے بسی کو بڑی چابکدستی سے بیان کیا ہے۔مصنفہ معاشرے سے سوال کرتی ہیں کہ کیا ہزاروں سال سے ہم عورتیں صرف مرد سماج کے ہر ظلم و ستم کے آگے اپنی محبت قربان کرتی رہیں گی۔اس کہانی میں عورت کے کردار کی عکاسی اس طرح بھی نظر آتی ہے کہ مرد معاشرہ نے ہمیں بچپن سے صرف ایک ہی بات سمجھائی ہے کہ شوہر جیسا بھی ہو اسے اپنا بھگوان سمجھ کر اس کی خدمت کرنا فرض عین ہے۔آنندی شادی

کے بعد سے ہی ہر طرح کی آشائش سے محروم رہی جس وجہ وہ اپنی عمر سے زیادہ کی لگنے لگی۔ بیٹا بھی اپنے باپ کی حرکتوں سے پریشان ہوکر گھر چھوڑ کر شہر چلا جاتا ہے۔لیکن ایک عرصہ بعد واپس آتا ہے کہ پیسے کی تنگی ہوئی ہوگی تو نشہ بھی چھوڑ دیا ہوگا یہی سوچ کر شہر سے اپنے ماں باپ کو لینے آتا ہے۔ جب گھر آتا ہے تو باپ کی حالت پہلے ہی جیسی رہتی ہے تب اپنے ساتھ صرف ماں کو شہر لیکر چلا جاتا ہے۔آنندی جب بیٹے کے ساتھ شہر جانے لگتی ہے تب بھی وہ اپنے شوہر کے خیال میں رہتی ہے کہ پتہ نہیں میرے بغیر کیسے رہ پائے گا لیکن بیٹے کی وجہ سے خاموش رہ جاتی ہے اور جب شہر جانے لگتی ہے تو بیٹے سے دس روپیہ بہانے سے لیکر گھر کے ایک کونے میں رکھ کر چلی جاتی ہے۔ یہاں بھی افسانہ نگار عورت کی محبت اور اسکی قربانی کو دکھانے سے روک نہیں پاتی ہیں۔یہیں پر کہانی ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ جب آنندی شہر میں رہتی ہے تو وہاں بھی کام کر کے جو پیسے کماتی اس میں سے اپنے شوہر کو منی آڈر سے بھجوایا کرتی تھی۔ایک دن بیٹے کی نظر پڑ جاتی ہے کہ ماں پڑوس کے لڑکے ہاتھ باپ کو پیسہ بھجوانے کا کام کرتی ہے۔کہانی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے لیکن قاری کے ذہن میں کئی سوالات آجاتے ہیں۔کیا منو بھنڈاری آنندی کے ذریعہ ہمیں آگاہ کر رہی ہیں کہ عورت اس معاشرے کے لیے ایک دیوی جیسی ہے۔مرد کی پوجا نہ کرکے ہندوستان کی عورتوں کی پوجا کی جانی چاہئے۔اتنی مصیبتوں کے باوجود ایک عورت ماں کی ممتا بھی نثار کرتی ہے تو دوسری طرف اپنے شوہر پر بھی قربان ہوتی ہے۔

منو بھنڈاری کی ایک اور کہانی ''نکلی ہیرے'' جس میں ان دو بہنوں کی روداد کو پیش کیا گیا ہے۔جس میں ایک اپنی مرضی سے شادی کرتی ہے تو دوسری بہن ماں باپ کے مرضی سے شادی کر کے سسرال جاتی ہے۔اندو جو ماں باپ کے خلاف جا کر اپنی پسند کی شادی گھر سے بھاگ کر کر لیتی ہے۔اس وجہ سے ماں باپ اس سے کسی طرح کا رشتہ نہیں رکھتے ہیں۔سرن جو والدین کی مرضی سے ایک پیسے والے لڑکے سے شادی کر کے سُسرال میں خوشحال زندگی گزارتی ہے۔لیکن افسانہ نگار نے ان دو کرداروں کے ذریعہ زندگی کی حقیقت سے ہمیں آشنا کرانے کی کوشش کی ہے۔ان کا ماننا ہے کہ کیا واقع محبت کی شادی اس معاشرے کو قبول نہیں ہے۔اس کے علاوہ مصنفہ یہ بھی سوال کرتی ہیں کہ کیا محبت میں اپنی مرضی سے شادی کرنے والے خوشحال زندگی نہیں گزار سکتے ہیں۔ایسے کئی سوالات ہیں جو وہ قاری کیا پر چھوڑ دیتی ہیں۔ جب اندو کئی سالوں بعد اپنی بہن سے ملنے اس کے پاس آ رہی ہوتی ہے تو اس کی بڑی بہن سرن کے ذہن میں کئی سوالات آتے ہیں کہ اگر اندو کو اسٹیشن سے جا کر لاؤں وہ تو تھرڈ کلاس یا سیکنڈ کلاس ڈبے سے اُترے گی تو میرے نوکر اور ڈرائور کیا سوچیں گے۔یہی سب سوچ کر وہ اندو کو رسیو کرنے نہیں جاتی ہے۔دوسری طرف اندو کو ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں اسے تو صرف اس بات کی خوشی مل رہی ہے کے اتنے عرصے بعد بہن سے ملاقات ہوگی۔اندو کو کبھی اپنی غریبی کی پرواہ نہیں رہی وہ تو بس اپنے پیار کی دولت پر خوش رہتی

ہے تو دوسری طرف سرن کے پاس پیسے بہت ہیں لیکن شوہر کا پیار نہیں۔ سرن اپنی بہن اندو کو ایک پارٹی میں جب لے کر جاتی ہے تو اسے خود میں شرم آتی ہے کہ اس کی بہن کے پاس اچھے کپڑے نہیں لیکن اس پارٹی میں سرن سے زیادہ وہاں موجود عورتیں اندو سے آشنا ہو جاتی ہیں جسے سرن دیکھ کر حیران و پریشان سی ہو جاتی ہے۔ تب سرن کو احساس ہوتا ہے کہ اس کے پاس سب کچھ ہے لیکن محبت نہیں اور اندو کے پاس کچھ نہ ہو کر بھی وہ دولت ہے جو اسے ماں باپ کی مرضی کے خلاف جا کر ملی تھی۔ سرن یہ سوچتی ہے کہ اس کی بہن اندو اپنی دُکھ بھری کہانی سنائے گی لیکن یہاں تو اسے ان سب باتوں کی پرواہ بھی نہیں کے سرن کے پاس بہت پیسہ بھی اسے تو بس اپنی محبت ہی نظر آتی ہے۔

منو بھنڈاری نے اپنی کہانیوں میں نسوانی کردار کے ذریعہ زندگی کے ان پہلوؤں کو اُبھارنے کی کوشش کی ہے کہ اس معاشرے میں کئی ایسی لڑکیاں ہیں جو وقت سے پہلے بڑی ہو جاتی ہیں یا اپنے گھر کے لیے لڑکا تک بن کر حوصلے کے ساتھ چٹان کی طرح زندگی میں آگے بڑھتی ہیں۔ اسی طرح کی ایک کہانی ''چھئے'' ہے جس میں کونتی اپنے باپ کی چھئے جیسی بیماری کے ساتھ گھر کی بھی دیکھ بھال کرتی ہے وہ اپنی ہر خواہش کو بھول کر باپ کی خدمت کرتی ہے اور اپنے چھوٹے بھائی کو نہ چاہتے ہوئے بھی گھر سے دور آلہ آباد بھیج دیتی ہے کہ شاید گھر کے اخراجات میں تھوڑی بہت مدد ہو جائے۔ کہانی کا یہ اقتباس دیکھیں جس میں کونتی معاشرے کی ان تمام لڑکیوں کی نمائندگی کرتی ہوئی نظر آتی ہے جنھیں گھر میں بیٹی نہ ہو کر بیٹا بن کر رہنا پڑتا ہے۔

''اس کے برابر کی اور لڑکیاں کتنی موج کرتی ہیں۔ گھومنا پھرنا سیر
سپاٹے اسکے جیون میں تو یہی یہ سب دور دور تک بھی نہیں ہیں! کیا کبھی
نہیں ہوگا؟ کیا اسکا سارا جیون یوں ہی نکل جائے گا۔

عورتوں کے مسائل پر ہندی ادب میں بہت سی کہانیاں لکھی گئی ہیں۔ تمام افسانہ نگاروں نے اپنے اپنے زاویے سے عورتوں کے دکھ درد یا ان کی حوصلہ سے بھری اُڑان کو موضوع بنا کر قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ منو بھنڈاری اپنے ہم عصر کہانی کاروں میں الگ شناخت بنانے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔